بشاشت سے ایک دوسرے کو ملنا بہت بڑا خلق ہے کوئی گالیاں بھی دے رہا ہو تو اس کا کوئی اثر نہیں لینا چاہئے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۴؍ جولائی ۱۹۶۹ء بمقام مسجد احمدیہ کلڈنہ۔ مری غیر مطبوعہ)

☆ نیکی کی باتیں بار بار یاد کرواتے رہا کرو۔

☆ معجزے انسانوں پر اتنا اثر نہیں کرتے جتنا اچھے اخلاق کرتے ہیں۔

☆ ایک دوسرے سے بشاشت اور حسن سلوک سے پیش آئیں۔

☆ ہمارا کالج تبلیغ کا ادارہ نہیں بلکہ تعلیم کا ادارہ ہے۔

☆ تلخ ترش باتوں کو مسکراتے ہوئے برداشت کیا جائے۔

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا:

’’کل شام مجھے ضعف کی اور پھر سر درد کی تکلیف ہوگئی تھی سر درد ابھی تک ہے اس لئے آج میں مختصر خطبہ دینا چاہتا ہوں اور اپنے مضمون کے تسلسل میں جو باتیں کہنا چاہتا تھا وہ میں چھوڑتا ہوں کیونکہ وہ مضمون ذرا لمبا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ہر مسلمان کو یہ حکم دیا ہے کہ ایک دوسرے کو نیکی کی باتیں بار بار یاد کرواتے رہا کرو میں اس وقت اسی حکم کے ماتحت بعض اصولی چیزیں آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے غلبہ اور اس کے استحکام کے لئے اور اس کی برتری کے ثبوت کے لئے ہمارے ہاتھ میں بنیادی اہمیت کی جو چیزیں دی ہیں ان میں سے ایک تو ایسے زبردست دلائل ہیں جنہیں قرآن کریم نے ان صداقتوں کے ثبوت میں ہمارے سامنے رکھا ہے جن کو قرآن کریم دنیا کے سامنے پیش کرتا اور جس کے نتیجہ میں توحید باری تعالیٰ کو قائم کرنا چاہتا ہے۔ مسلمان بعض دفعہ اس چیز کو بھول جاتے ہیں اور قرآن کریم جو علاوہ اور بے شمار برکتوں کے، دلائل سے پُر ایک کتاب بھی ہے اس کی طرف توجہ نہیں دیتے اور بہت سے بودے اور نامعقول دلائل سے متاثر ہو جاتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مایوسی کے اس دور میں جس وقت آپؑ کی بعثت ہوئی تھی (اب تو وہ مایوسی بہت حد تک دور ہو چکی ہے) مسلمانوں کو تسلی دینے کے لئے فرمایا تھا کہ اسلام حق اور صداقت پر مبنی ہے اس لئے انہیں کسی فلسفیانہ دلیل یا کسی علمی برہان سے خائف نہیں ہونا چاہئے کیونکہ اسلام کو علمی طور پر اس قسم کی برتری دی گئی ہے کہ وہ وقت آتا ہے کہ جب اسلام کے خلاف یا اس کے نظریات کے خلاف جو دلائل دیئے گئے ہیں ان سے زیادہ مضبوط دلائل اسلامی نظریات کے حق میں جماعت احمدیہ دنیا کے سامنے پیش کرے گی بلکہ دنیا اس وقت جن دلائل کو نہایت معقول اور موثر سمجھتی ہے

ان کا کھوکھلا پن ظاہر کیا جائے گا اور وہ وقت عنقریب آنے والا ہے اس کے آثار ظاہر ہونے شروع ہو گئے ہیں اس وقت دنیا میں ایسے انسان پیدا ہو چکے ہیں جنہوں نے یہ اعلان کر دیا ہے کہ اسلام کے خلاف دیئے جانے والے دلائل اور خاص نظریات ہم نے دنیا کو دھوکا دینے کے لئے جان بوجھ کر رائج کئے ہیں اور اس قسم کا پروپیگنڈہ کیا ہے کہ لوگ ان کو صحیح سمجھنے لگ جائیں۔ ان کا یہ کہنا ہے کہ یہ ہمارا منصوبہ تھا کہ ہم نام کے فلسفی، نام کے اکنانومسٹ، نام کے سیاستدان پیدا کریں اور پھر ان کو پریس کے ذریعہ سے دنیا میں مشہور کریں اور ان کا ایک عالمی مقام پیدا کریں اور اس پروپیگنڈہ کے نتیجہ میں لوگ ان کی باتیں صحیح سمجھنے لگ جائیں حالانکہ ہم جنہوں نے اس کا پروپیگنڈہ کیا ہے ہم جانتے ہیں کہ یہ لغو اور جھوٹی باتیں ہیں جن کے حق میں کوئی دلیل نہیں اور جن کا کوئی وزن نہیں۔

غرض حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ اسلام کو وہ علمی خزانہ دیا گیا ہے کہ جو نہ صرف اسلام کے خلاف کھڑے ہونے والے علوم اور ان کے دلائل کو توڑے گا بلکہ ان کا بے ہودہ اور کھوکھلا پن بھی دنیا پر ثابت کرے گا۔ (آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۲۵۴، ۲۵۵)

اللہ تعالیٰ جب کوئی پیشگوئی فرماتا ہے یا کوئی بات کہتا ہے تو چونکہ وہ قادر مطلق ہے اس کے ارادہ اور منشاء کے مطابق دنیا میں تبدیلی پیدا ہونی شروع ہو جاتی ہے جس کی میں نے ایک مثال دی ہے کہ بڑے بڑے فلاسفر جو دراصل اسلام پر اعتراض کرنے والے اور دہریت کو دنیا میں مقبول کرنے والے ہیں ان کے متعلق خود اس منصوبہ کے بانیوں کی یہ باتیں ظاہر ہو گئی ہیں (اگرچہ وہ چاہتے نہیں تھے) کہ وہ اس قسم کے فلاسفر پیدا کریں گے اور پھر پریس پر تصرف کے نتیجہ میں ان کو بین الاقوامی شہرت دیں گے اور انسان کے دماغ میں غلط نظریات گھسیڑ دیں گے تا کہ انسان کو تباہی کی طرف لے جانے میں وہ کامیاب ہو جائیں۔

قرآن کریم میں جو دلائل دیئے گئے ہیں ان کا ایک حصہ تو وہ ہے جن کو ہم علمی اور عقلی دلائل سے موسوم کر سکتے ہیں اور دوسرا حصہ اسلام کے علم اور اس کے نور کا وہ ہے جس کا تعلق آسمانی نشانوں سے ہے پس اسلام کی برتری اور اس کے غلبہ اور استحکام کے لئے اللہ تعالیٰ نے دوسری چیز جو مسلمانوں کو دی ہے وہ آسمانی تائیدات اور آسمانی نشانات ہیں۔

ان آسمانی نشانوں کا ایک حصہ علمی ہے قرآن کریم کا یہ دعویٰ بھی ہے کہ میں كِتَابٍ مَّكْنُونٍ یعنی

چھپی ہوئی کتاب ہوں پس قرآن کریم ایک ہی وقت میں کتاب مبین بھی ہے اور کِتَابِ مَکْنُوْنٍ بھی ہے، کتاب مبین کے حصہ کو تو ہم اپنے مجاہدہ سے سیکھ سکتے ہیں قرآن کریم کی تفاسیر اور کلام کی دوسری کتابوں کو پڑھنے پر اگر انسان پانچ دس، پندرہ گھنٹے روزانہ خرچ کرے تو اگر اللہ تعالیٰ نے اسے ذہن دیا ہے بالکل غبی نہیں ہے تو یہ دلائل سمجھ بھی لے گا، یاد بھی رکھ سکے گا اور اس کا علم بھی بڑھ جائے گا لیکن اس کے علاوہ قرآنی علوم کے ایک حصہ کا تعلق آسمانی تائیدات سے بھی ہے اور وہ وہ حصہ ہے جسے قرآن کریم نے کتاب مکنون یعنی چھپی ہوئی کتاب ٹھہرایا ہے جس طرح دوسری تائیدات سماویہ کے لئے تزکیۂ نفس کی ضرورت ہے اسی طرح اس حصہ قرآن کے علوم کے حصول کے لئے بھی تزکیۂ نفس کی ضرورت ہے۔ جب انسان ہر قسم کی نفسانی آفات کو کچل کر خدا تعالیٰ کی خاطر پاکیزگی کی راہوں کو اختیار کرنے کی کوشش کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے توفیق دیتا ہے کہ وہ ان راہوں پر چل سکے اور اللہ تعالیٰ کی نظر میں وہ پاکیزہ اور مطہر بن جائے۔ پھر ایسے شخص کو ایک تو کتاب مکنون کا حصہ بھی دیا جاتا ہے اور دوسرے معجزات بھی دیئے جاتے ہیں جن کو خوارق کہتے ہیں یعنی خدا تعالیٰ کے اس محبوب بندے اور ایک عام انسان کے درمیان ایک فرقان ایک امتیاز پیدا کیا جاتا ہے۔

یہ جو خوارق کہلاتے ہیں یا آسمانی نصرتیں ہیں یہ آگے مختلف شکلوں کی ہوتی ہیں ایک تو مثلاً سچی خوابوں کا دیکھنا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ اسلام پر جو ایک ظلمت کا زمانہ آیا تھا اس میں بھی اللہ تعالیٰ کے مقربین کا گروہ اس طرح تھا جیسے ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر حالانکہ وہ اپنے پہلے زمانے اور آخری زمانے کے مقابلہ میں بہت کم تھے بایں ہمہ وہ سمندر کی طرح تھے۔ تنزل نسبتی ہوا کرتا ہے اور جب اس درمیان کے زمانے کا مقابلہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے سے کریں تو ہمیں نظر آئے گا کہ اسلام ایک تنزل کے دور سے گذر رہا ہے لیکن اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ابتدائی دور سے مقابلہ کریں جب کہ وہ اپنے عروج پر پہنچے ہوئے تھے تو ان کے مقابلہ میں یہ بہر حال زیادہ ہیں کیونکہ نبی اکرم ﷺ کی قوت قدسیہ اور تاثیرات روحانیہ کا مقابلہ دنیا کا کوئی اور نبی نہیں کر سکتا۔

پس سچی خوابیں ہیں، پیش خبریاں ہیں لیکن دنیا اتنی اندھی ہے کہ وہ ان چیزوں کو سمجھ ہی نہیں سکتی۔ ابھی چند دن ہوئے مجھے ایک غیر مبائع دوست ملنے کے لئے آئے اثنائے گفتگو میں مجھے ان کی ایک بات

سے بڑی روحانی کوفت پہنچی۔ میں ان سے یہ بات کر رہا تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طفیل نبی اکرم ﷺ کے فیوض اور آپ کی برکات سے ہم نے حصہ وافر پایا اور جو لوگ احمدی ہو جاتے ہیں اللہ تعالیٰ ان پر بڑا فضل نازل کرتا ہے اور ان سے پیار کا سلوک کرتا ہے چنانچہ میں نے انہیں یہ مثال دی کہ افریقہ کے ایک ملک میں ایک غریب باورچی جس کی دنیا کی نگاہ میں کوئی حیثیت نہیں اسے اللہ تعالیٰ نے ایک دن یہ خواب دکھائی کہ اسی ملک کا پرائم منسٹر (Prime Minister) ایک دکھ اور تکلیف میں ہے اور یہ مصیبت اس نے اپنے ہاتھ سے پیدا کی ہے حالانکہ یہ اس وزیر اعظم کا راز تھا۔ اس باورچی کو اس کے متعلق کچھ پتہ ہی نہیں تھا۔ (ویسے آج ہمارے ایک احمدی دوست وہاں کے گورنر جنرل ہیں) اُنہوں نے وہاں کے مبلّغ کو بھی نہیں بتایا تھا حالانکہ وہ جمعہ کی نماز پڑھنے کے لئے آتے ہیں، بڑے دلیر آدمی ہیں (یہاں بعض ایسے دوست بھی ہیں کہ جنہیں اگر تھوڑی سی بھی افسری مل جائے تو وہ گھبرا جاتے ہیں کہ احمدیہ مسجد میں جائیں یا نہ جائیں) لیکن خدا تعالیٰ نے ان کو اپنے ملک کا گورنر جنرل بنایا ہے وہ ہر جمعہ کی نماز میں شامل ہوتے ہیں (وہ لوگوں کے لئے ایک نشان بھی ہیں) میرے اس خواب کی مثال بیان کرنے پر وہ دوست کہنے لگے کہ یہ تو اس کی اتنی راز کی بات تھی خدا تعالیٰ کو کیا ضرورت پڑی تھی کہ اس باورچی کو یہ بتاتا۔ ضرور اس کو پتہ لگ گیا ہوگا کس قدر بدظنی ہے۔ یہ لوگ سمجھ ہی نہیں سکتے کہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں سے کتنا پیار کا سلوک ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ اس کو بتانا چاہتا تھا کہ اے باورچی! تو نے میری خاطر احمدیت کو قبول کیا اور اسلام کی خاطر قربانیاں دی ہیں میری نگاہ میں تیرے ملک کے پرائم منسٹر (Prime Minister) سے تیری عزت زیادہ ہے۔ خدا تعالیٰ اس کو بات بتا کر اس کی عزت اور اپنے پیارے کا اعلان کر رہا تھا مگر یہ بات ان کے دماغ میں نہیں آتی اور دنیا اس بات کو نہیں سمجھتی لیکن جن کو یہ باتیں سمجھ آ گئی ہیں ان کو یہ بھولنی نہیں چاہئیں ورنہ ہمارا بھی وہی حشر ہوگا جو پہلوں کا ہوا تھا۔

جو آسمانی نشان یا خوارق ہیں ان میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک چیز بڑی نمایاں کر کے دنیا کے سامنے پیش کی ہے یہ ایک ایسی بات ہے کہ عام طور پر انسان کا دماغ اس طرف جا ہی نہیں سکتا۔ آپ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی اکرم ﷺ کو جو سب سے بڑا معجزہ عطا ہوا تھا وہ اچھے اخلاق کا معجزہ ہے آپؐ کو ایسا خلق عظیم عطا ہوا تھا جس کی دنیا جہان میں کوئی مثال نہیں مل سکتی غرض یہ خلق ایک خارق عادت چیز ہے جو نبی کریم ﷺ کو عطا ہوئی اور اب آپؐ کی ظلیت اور آپؐ کے طفیل

اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی برکت سے تمام جماعت نے حاصل کی ہے۔

آج میں جہاں اور باتوں کی طرف توجہ دلا رہا ہوں وہاں خاص طور پر اچھے اخلاق پیدا کرنے کے متعلق بھی توجہ دلانا مقصود ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم نبی کریم ﷺ کے خلق عظیم کے نمونہ پر اپنے اندر اچھے اخلاق پیدا کریں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ اس مادی دنیا میں بعض دوسرے خوارق اتنا اثر نہیں پیدا کرتے جتنا اچھے اخلاق پیدا کرتے ہیں مثلاً کفار مکہ کا ایک لمبے عرصہ تک مخالفت اسلام کے باوجود اور دنیا میں اس زمانہ کے لحاظ سے سب سے بڑی طاقت ہونے کے باوجود سرنگوں ہو جانا یہ بھی ایک بہت بڑا معجزہ تھا لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ ایسے معجزے انسانوں پر اتنا اثر نہیں کرتے جتنا اچھے اخلاق کرتے ہیں۔ فتح مکہ اپنی جگہ ایک حقیقت اور ایک بڑا عظیم معجزہ ہے اور اسلام کے حق میں عظیم الشان نشان ہے لیکن اس عظیم فتح کا کفار مکہ پر اتنا اثر نہیں ہوا جتنا ان پر اسی دن اخلاقی معجزہ کا اثر ہوا تھا۔ کیونکہ جب تک نبی اکرم ﷺ کی زبان مبارک سے ’’لَاتَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ اِذْهَبُوْا فَاَنْتُمُ الطُّلَقَاء ‘‘(تاریخ الخمیس فتح مکہ) کا اعلان نہیں ہوا اسی وقت ان کے دلوں کی حالت اور تھی لیکن جب آپ ﷺ نے اس عظیم خلق اور حسن سلوک کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان لوگوں کے جنہوں نے ساری زندگی آپ کو تکلیفیں دینے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی تھی سارے گناہ معاف کر دیئے تو ان کے دلوں کی حالت فوراً بدل گئی۔

ایک دوسرے سے بشاشت سے ملنے اور حسن سلوک سے پیش آنے کا جو خلق ہے اس کے بعض منفی پہلو بھی ہیں جو اخلاق کو گھن کی طرح کھاتے رہتے ہیں جیسے مثلاً راولپنڈی کے اردگرد کی بہت ساری زمین Erosion کے نتیجہ میں خراب ہو گئی ہے۔ اسلامی اخلاق کو بھی بعض دفعہ Erosion لگ جاتا ہے پس ایسی بداخلاقیوں سے بچنا چاہیئے اس کے برعکس ہر ایک سے حسن سلوک سے پیش آنا چاہیئے ہر ایک کے ساتھ پیار سے ملنا چاہیئے خصوصاً غریب لوگوں سے۔ خصوصاً اس سے جو دنیا کا دھتکارا ہوا ہے خصوصاً اس سے جو سمجھتا ہے کہ اس دنیا میں وہ لاوارث ہے۔ اس کو پتہ ہونا چاہیئے کہ وہ لاوارث نہیں ہے کیونکہ ربّ العلمین کے کچھ ایسے بندے بھی ہیں جو اس کی کسی مخلوق کو لاوارث نہیں رہنے دیں گے وہ نبی اکرم ﷺ سے تعلق رکھنے والے کسی شخص کو بھی لاوارث نہیں رہنے دیں گے۔

ہمارا ایک مسئلہ ہے۔ جماعت احمدیہ غیروں کا جنازہ نہیں پڑھتی۔ یہ مسئلہ اپنی جگہ ٹھیک ہے اور اس

پر ہمارے مخالف کو اعتراض نہیں ہونا چاہئے اس لئے کہ نماز جنازہ پڑھنا فقہی اصطلاح میں فرض کفایہ ہے جس کے معنے یہ ہوتے ہیں کہ اگر کسی مسلمان کی نماز جنازہ دس آدمی پڑھ لیں تو باقی اُمت مسلمہ گناہگار نہیں ہوتی کیونکہ اس کا جنازہ ہو گیا لیکن اگر ایک بھی نہ پڑھے تو ساری کی ساری اُمت مسلمہ گناہگار ہو جاتی ہے پس معترض سے پوچھنا چاہئے کہ تمہارے نزدیک بھی مسئلہ یہ ہے کہ جب احمدی تمہارا جنازہ نہ پڑھیں تو وہ گناہگار نہیں ہوتے کیونکہ دوسروں نے پڑھ لیا ہے پس کیا تمہارا اعتراض اس بات پر ہے کہ وہ گناہگار کیوں نہیں ہوئے یہ تو کوئی اعتراض کی بات نہیں ہے لیکن اگر کوئی ایسی جگہ ہو اگرچہ ایسا شاذ ہی ہو گا ممکن ہے بیس یا پچاس سال میں جا کر ایسے حالات پیدا ہوں کہ جہاں کسی غیر معروف مسلمان کا جنازہ ہو اور سوائے احمدیوں کے کوئی اس کی نماز جنازہ پڑھنے والا نہ ہو تو ان کا فرض ہے کہ وہ اس نامعلوم شخص کی نماز جنازہ پڑھیں کیونکہ نبی اکرم ﷺ کی طرف منسوب ہونے والے کسی شخص کو ہم لاوارث نہیں چھوڑ سکتے۔ ہمارے دل میں جو آنحضرت ﷺ کی محبت اور پیار ہے اس کا یہ تقاضا ہے کہ ہر وہ شخص جو آپؐ کی طرف منسوب ہوتا ہے وہ لاوارث نہیں سمجھا جا سکتا اگرچہ ہمارے نزدیک ایسے لوگ وہ اپنی زندگی میں سخت غلطی کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اور رسول کریم ﷺ کے بعض حکموں کی نافرمانی کر رہے ہیں لیکن یہ باتیں اپنی جگہ ہیں ان میں سے اگر کوئی شخص اس حالت میں ہو زندہ ہو یا مردہ یعنی وہ لاوارث قرار دیا گیا ہو تو ہم اس کو لاوارث نہیں رہنے دیں گے ایسی صورت میں ہر احمدی کا فرض ہے کہ وہ اس کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آئے اس کی ہر ممکن مدد کرے اور اگر وہ کسمپرسی کی حالت میں فوت ہو گیا ہے تو اس کی نمازِ جنازہ پڑھے۔ اس طرح دنیا کو یہ بتا دینا چاہئے کہ نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب ہونے والے لاوارث نہیں ہو سکتے اس طرح اور اس سے بڑھ کر دنیا کو یہ احساس دلانا بھی ہمارا فرض ہے کہ ربّ العلمین کی طرف منسوب ہونے والے بھی لاوارث نہیں ہیں اگر وہ بھوکے ہیں تو ہر احمدی کا فرض ہے کہ وہ ان کی بھوک کو دور کرے اگر وہ ننگے ہیں تو ہر احمدی کا فرض ہے کہ وہ اس کے ننگ کو ڈھانکنے کا انتظام کرے پھر ایسے لوگوں کے بعض ہونہار بچے ہوتے ہیں اگر احمدی انفرادی یا اجتماعی یا جماعتی طور پر ان کے پڑھانے کا انتظام کر سکتے ہوں تو یہ بات بھی بہترین اخلاق کی مظہر ہے۔

میں ٹی۔ آئی کالج کا پرنسپل رہا ہوں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے بالکل معین اور واضح ہدایت دے رکھی تھی کہ اس کالج کو چلانے اور اس پر روپیہ خرچ کرنے کا مقصد یہ ہے کہ قوم کو تعلیم دلائی جائے یہ

تبلیغ کا ادارہ نہیں ہے بلکہ تعلیم کا ادارہ ہے۔اس لئے بسا اوقات ہم بعض بڑے بڑے مخالفوں کو جو عملاً مخالفت کرنے والے تھے لیکن اگر وہ مستحق ہوتے تھے تو ہم ان کو مالی امداد دیتے تھے۔۱۹۵۳ء کے فسادات میں دو ایسے طالب علم بھی تھے جو اپنی جہالت اور جنون میں بہہ کر احمدیوں کے خلاف برپا کی جانے والی شورش جس میں گھروں کو جلانا اور احمدیوں کو مارنا پیٹنا وغیرہ شامل تھا اس میں وہ حصہ لیتے تھے اور مجھ سے وظیفہ حاصل کرتے تھے۔ایک دفعہ ہمارے کالج کے ایک استاد میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ یہاں سے یہ وظیفہ لے رہے ہیں اور احمدیوں کے گھروں کو جلانے والے mobs میں جا کر شامل ہو جاتے ہیں (اگرچہ میرے نزدیک ان کا یہ طرز عمل ایک کمزوری کے مترادف تھا لیکن بہر حال انسان کا دماغ اس طرف بھی جا سکتا ہے) میں نے انہیں جواب دیا کہ میں ان کو اس لئے تو وظیفہ نہیں دے رہا کہ احمدیوں کے گھروں کو آگ نہیں لگا رہے میں ایک ایسے معاملہ کی جس کے متعلق وہ خدا تعالیٰ کے سامنے جواب دہ ہیں کس طرح جواب طلبی کر سکتا ہوں۔لیکن میں نے ان سے کہا کہ اچھا ان کو میرے پاس لاؤ میں ان سے سوال کرتا ہوں۔وہ میرے پاس آئے میں نے ان سے کہا کہ دیکھو بات یہ ہے کہ جہاں تک مذہب کے عقائد کے غلط یا صحیح ہونے کا تعلق ہے تم اپنے ربّ کے سامنے جواب دہ ہو گے۔مگر سوچ لو تم یہ یہ حرکتیں کر رہے ہو خدا تعالیٰ جب تم سے ان کے متعلق پوچھے گا تو تم کیا جواب دو گے تم نہ میرے سامنے جوابدہ ہو اور نہ میں تم سے پوچھتا ہوں لیکن ہوسٹل کے قواعد میں نے بنائے ہوئے ہیں ان کے متعلق تم سے جواب طلبی ہو سکتی ہے اس واسطے رات کو نو بجے کے بعد ہوسٹل سے غائب نہیں ہونا۔دن کو جو تمہاری مرضی آئے کرتے رہو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔نصیحت اور چیز ہے سمجھانا اور چیز ہے لیکن میں تمہیں نہیں روکوں گا اور نہ ہی اس کی وجہ سے میں تمہارا وظیفہ بند کروں گا۔گو میرے نزدیک یہ باتیں اچھی نہیں لیکن اگر تم ان کو بُرا نہیں سمجھتے تو یہ ایک ایسی بات ہے جس کا تعلق میرے ساتھ نہیں۔اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے اس کے سامنے جا کر جواب دہ ہونا۔

پس اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی کبھی اس دنیا میں کبھی اگلے جہان میں جواب طلبی کرے گا اگلے جہان میں تو سب کی جواب طلبی ہو گی لیکن بعض کی اس دنیا میں بھی ہو جاتی ہے۔اس حقیقت کے باوجود جو لوگ اللہ تعالیٰ کے احکام کو ٹھکرا دیتے ہیں ان کے ساتھ اس کا اس قسم کا سلوک تو نہیں ہوتا جو اس کا اپنے پیاروں کے ساتھ ہوتا ہے لیکن ان کی ضرورتوں کو پورا کرنا، ان کی تکلیفوں کو دور کرنا اور ان سے حسن سلوک سے

پیش آنا ضروری ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنی صفات کاملہ کے نتیجہ میں کسی کو ربوبیت سے محروم نہیں کرتا حتیٰ کہ بعض دفعہ ایسے لوگوں کی دعاؤں کو بھی شرف قبولیت بخشتا ہے اگر ہم خدا تعالیٰ کے بندے ہیں اور یقیناً ہم اس کے بندے ہیں اس نے ہمیں علیٰ وجہ البصیرت اس یقین پر قائم کیا ہے کہ بندگی صرف اس کی کرنی ہے اور قرآن کریم کی رو سے بندگی کے کیا معنے ہیں؟ اس کی صحیح تفسیر ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ سیکھی ہے۔

پس ہمارا حسن سلوک اور ہمارے اخلاق کا معیار وہ اخلاق ہونے چاہئیں جن کو قرآن کریم نے بیان کیا ہے یا جن کا نبی کریم ﷺ کے اسوہ حسنہ سے پتہ لگتا ہے یا جن کی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تفسیر کی اور اپنے اسوہ سے ہمیں بتایا کہ جہاں تک دنیوی ضروریات کے پورا کرنے کا سوال ہے قطع نظر اس کے کہ کسی کا کیا عقیدہ ہے وہ پوری ہونی چاہئیں اور جہاں تک روحانی ضروریات کا سوال ہے قرآن کریم کے بتائے ہوئے طریق کے مطابق جبر کے بغیر نیکی وتقویٰ اور حق وصداقت کو محبت اور پیار سے ہر انسان کے سامنے پیش کرنا چاہئے۔

پس علمی دلائل جو ہم اپنے مجاہدہ سے سیکھ سکتے ہیں اور ہمارے بزرگوں نے ہمیں سکھائے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے اور طہارت قلب اور تزکیہ نفس کے نتیجہ میں انسان کو حاصل ہوتے ہیں یہ ایک مستقل حیثیت میں اللہ تعالیٰ نے اسلام کے حق میں ہمارے ہاتھ میں ایک بڑا زبردست ہتھیار دیا ہے اور ایسے لوگ ہزاروں کی تعداد میں اُمت مسلمہ میں پیدا ہوئے ہیں جنہوں نے خدا تعالیٰ سے علم حاصل کیا اور آگے دوسروں کو سکھایا پھر وہ آسمانی تائیدات جن کا اس مادی دنیا کے ساتھ تعلق ہے جیسے مثلاً مکہ کا فتح ہو جانا ایک زبردست نشان تھا۔ رسول کریم ﷺ کا کفار مکہ کی زبردست مخالفتوں کے باوجود مکہ سے بحفاظت نکلنا بڑا عظیم نشان ہے پھر قیصر وکسریٰ کے متعلق پیشگوئیوں کا پورا ہونا ایسے خوارق عادت نشان ہیں جو ظاہری اسباب پر نظر رکھتے ہوئے انہونی باتیں دکھائی دیتی ہیں مگر اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے پوری کر دیتا ہے مگر یہ تائید آسمانی یعنی نصرت الٰہی اور توفیق باری تعالیٰ انسان کو خلق عظیم کا ظل دنیا پر ظاہر کرنے سے ملتی ہے اور یہ بات اپنے اثر کے لحاظ سے بہت زیادہ مؤثر ہے۔

پس ہمیں ساری چیزوں کی طرف توجہ کرنی چاہئے۔ وہ تمام علوم جو اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام یا آپ کے خلفاء کے ذریعہ جماعت کو دیئے ہیں وہ سیکھنے چاہئیں اور یہ کوشش ہونی

چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ہمارا معلم اور استاد بن جائے اگر ہر احمدی یہ سوچے کہ میرے لئے یہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھ پر یہ فضل کرے اور وہ خود میرا معلم بن جائے تو اسے بڑی لذت محسوس ہوگی ہماری جماعت میں آج بھی سینکڑوں ہزاروں آدمی ایسے بھی ہیں جو تھوڑی یا بہت تعلیم اللہ تعالیٰ سے حاصل کرتے ہیں ہمارے نوجوان مبلّغ باہر جاتے ہیں ان کے علم یا ان کی قابلیت یا ان کی وجاہت پر ہمیں بھروسہ نہیں ہوتا ہمیں اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ ہوتا ہے اور وہی ہماری توقعات کو پورا کرتا ہے اور ہمیں دکھ میں نہیں ڈالتا اور بڑے بڑے پادری ہمارے مبلغین سے بات کرنے سے کتراتے ہیں۔ بلّی گراہم جیسا بڑا آدمی جس کے متعلق کہتے ہیں کہ امریکہ کے پریذیڈنٹ نے اسے خاص طور پر بلا کر کئی گھنٹے تک اس سے باتیں کیں جب وہ افریقہ میں آیا تو ہمارے نوجوان مبلغوں نے جن کی دنیوی حیثیت (اب مدد کا ایک حصہ دنیوی حیثیت والا بھی بن گیا ہے) نہ ہونے کے برابر ہے بیچارے غریب جنہیں پیٹ بھر کر کھانے کے لئے بھی نہیں ملتا تھوڑا سا پڑھے ہوئے، اللہ تعالیٰ کے فضل کی انگلی پکڑ کر وہاں پہنچ گئے تھے اور ہم نے انہیں اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا تھا وہ اس کے مقابلہ میں کھڑے ہو گئے چنانچہ اس کو افریقہ میں ان الفاظ میں یہ اعلان کرنا پڑا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے چرب زبانی تو دی ہے لیکن آسمانی تائید اور آسمانی نشان میرے ساتھ کوئی نہیں جب اس کو یہ کہا گیا کہ تم کہتے ہو کہ نجات خداوند یسوع مسیح پر ایمان لانے پر منحصر ہے تو قبولیت دعا جسے خود حضرت مسیح علیہ السلام نے (جسے تم خداوند یسوع کہتے ہو) ایمان کی نشانی بتائی ہے اس میں مقابلہ کرلو۔ مگر اس نے کہا کہ آسمانی تائید؟ اللہ تعالیٰ کی محبت کا سلوک اور خدا تعالیٰ کا اپنی قدرت کاملہ سے اس بات کا اظہار کرنا کہ یہ لوگ میرے ساتھ تعلق رکھتے ہیں اور یہی غالب ہیں اس چیز سے میں نے حصہ نہیں لیا البتہ باتیں جتنی مرضی چاہو مجھ سے کروالو لیکن باتیں تو ایک دہریہ بھی کر لیتا ہے۔ ایسے ہزاروں آدمی ہیں جو لوگوں کے جذبات کو بہا کر لے جاتے ہیں حالانکہ وہ سوشلزم یا کمیونزم پر تقریر کر رہے ہوتے ہیں۔

پس چرب زبانی بھی ایک ملکہ ہے جس طرح کسی انسان کو اللہ تعالیٰ یہ طاقت دیتا ہے کہ وہ بیس تنوری روٹیاں کھا جائے اور بیس پچیس روٹیاں کھا لینے والے آدمی فی الحقیقت دنیا میں موجود ہیں۔ بالکل اسی طرح اس سے ملتی جلتی طاقت یہ ہے کہ موٹے موٹے پچاس الفاظ ایک منٹ میں آگے پیچھے جوڑ کر اس طرح کہہ دینا کہ لوگ سمجھیں بڑا چرب زبان ہے۔ بڑا Orator یعنی فصیح و بلیغ مقرر ہے یا جس طرح کسی کو یہ طاقت ہو کہ برف پڑی ہو اور وہ ایک ہی قمیص میں پھر رہا ہو۔ ٹھیک ہے یہ ایک خاص قسم کی طاقت

ہے لیکن یہ کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو دنیا کے لئے مفید ہو اور ہم کہہ سکیں کہ اللہ تعالیٰ نے اسے پیدا کر کے دنیا پر ایک خاص قسم کا احسان کیا ہے۔ یونیورسٹی میں کیمسٹری کے ایک پروفیسر خواجہ صلاح الدین صاحب ہیں وہ سردیوں میں ایک ہی قمیص میں پھرتے رہتے ہیں۔ اب یہ صحیح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ طاقت دی ہے لیکن انسانیت کا اس میں کوئی فائدہ نہیں ہے اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کے جلوے ہر طرح ظاہر کرتا ہے۔ ہمیں دراصل یہ سکھانا مقصود ہوتا ہے کہ ہم نے زینت کے طور پر جو کپڑے بنائے ہیں اس سے تمہارا امتحان لینا بھی مطلوب ہے کیونکہ جو لوگ ننگے ہوں ان کا ننگ ڈھانکنا تمہارا فرض ہے اگر ہر انسان بندر کی طرح کپڑے کی ضرورت سے بے نیاز ہوتا تو اس کا یہ خُلق کیسے ظاہر ہوتا کہ جن کے پاس کپڑے نہیں ہیں وہ انہیں کپڑے مہیا کرتا ہے۔

پس اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو کچھ بنانا ہوتا ہے اس کے مطابق اسے قوتیں اور استعدادیں بخشی ہیں اس لئے ایک احمدی کو ہر دوسرے انسان بلکہ ہر مخلوق جاندار سے بھی غیر جاندار سے بھی اچھے اخلاق کا مظاہرہ کرنا چاہئے۔ قرآن کریم نے ان چیزوں کے متعلق بڑی تفصیل سے روشنی ڈالی ہے میں قلت وقت کی وجہ سے اس وقت ان میں نہیں جا سکتا۔

بہر حال جیسا کہ میں نے ابھی بتایا ہے کہ بشاشت سے، مسکراتے چہرے سے ایک دوسرے سے ملنا ایک بہت بڑا خلق ہے کوئی گالیاں بھی دے رہا ہو تو اس کا کوئی اثر نہیں لینا چاہئے اگر ایک سپاہی کی یہ خوبی ہے کہ گولیوں کی بوچھاڑ میں وہ آگے ہی آگے بڑھ رہا ہوتا ہے اور قوم اس پر فخر کرتی ہے تو ایک مسلمان احمدی کی بھی یہ شان ہے کہ گولیوں سے زیادہ گالیاں اسے مل رہی ہوتی ہیں لیکن وہ اسی طرح مسکرا رہا ہوتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کسی کو بچانا چاہے تو گالیاں بھی کسی کا کچھ بگاڑ نہیں سکتیں اس لئے یہ گالیاں میرا کیا بگاڑ لیں گی۔

لاہور میں کالج کی طالب علمی کے زمانہ میں ایک دفعہ قادیان جاتے ہوئے امرتسر تک ایک شخص میرا ہمسفر تھا جس نے مجھے بے نقط سنانی شروع کر دیں۔ میں مسکرا کر اس سے باتیں کرتا رہا اور وہ مجھے گالیاں دیتا رہا۔ میں مسکرا کر اسے جواب دیئے جاؤں اور وہ مجھے گالیاں دیتے جائے یہاں تک کہ امرتسر آ گیا جب میں وہاں اترا تو اس سے رہا نہ گیا اور بے اختیار کہنے لگا کہ اگر سب آپ کی طرح تبلیغ کریں تو آپ ہمیں بہت جلد اپنے ساتھ ملا لیں گے۔ میں جان کر آپ کو گالیاں دے رہا تھا (کچھ تو اس کی عادت بھی

معلوم ہوتی تھی لیکن بعض مخالف بھی بڑے شریف معلوم ہوتے ہیں وہ ایسی بات منہ پر نہیں لاتے) اور میں آزمانا چاہتا تھا کہ آپ کے اندر قوت برداشت کتنی ہے۔ میں نے اپنی زندگی میں دیکھا ہے (اور آپ نے بھی اپنی زندگی میں مشاہدہ کیا ہوگا) کہ اگر کسی کی تلخ ترش باتوں کو مسکراتے ہوئے برداشت کیا جائے تو اگلے آدمی کو یہ کہنا پڑتا ہے کہ آپ سچے ہیں بہرحال کوئی کسی بھی نیت سے بُرا بھلا کہہ رہا ہو دکھ دے رہا ہو، ایذا پہنچا رہا ہو، اس کے ساتھ ہمارا سلوک انہی اخلاق کے مطابق ہونا چاہئے جن کو نبی اکرم ﷺ نے اپنے اسوۂ حسنہ سے دنیا میں قائم فرمایا ہے۔ (آمین)

☆......☆......☆